AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

Principles of Ijtihad in Hanfi and Hanbali Jurisprudence: An exploratory and comparative study

فقہ حنفی و حنبلی کے اصول اجتہاد: ایک تحقیقی وتقابلی مطالعہ

Dr. Yasmin Nazir
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

Toba Nofil
BS Islamic Studies,
The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

Abstract:

Islamic jurisprudence comprises four primary schools of thought, each with its unique interpretive principles. A comparative analysis of these principles, particularly between the Hanafi and Maliki schools, is essential to understand the diversity and nuances within Islamic law. Islamic jurisprudence, or Fiqh, has been shaped by various schools of thought, each with its unique approach to interpreting Islamic law. Among these schools, the Hanafi and Hanbali schools stand out as two of the most influential. This paper delves into the principles of interpretation employed by these two schools, examining their similarities and differences.

Both Hanafi and Hanbali schools recognize the Quran and Sunnah as the primary sources of Islamic law. However, they diverge in their understanding and application of secondary sources such as Ijma (consensus) and Qiyas (analogical reasoning). The Hanafi School, with its emphasis on rational deduction and analogical reasoning, often adopts a more flexible approach to interpretation. In contrast, the Hanbali School, known for its adherence to textual evidence and the teachings of the early generations of Muslims, tends to be more conservative in its interpretations. This paper will explore the following key areas:

The Concept of Ijtihad: Both schools acknowledge the importance of independent reasoning (Ijtihad) in deriving legal rulings. However, the Hanbali school places greater emphasis on the consensus of the early scholars (Salaf) and is more cautious in exercising Ijtihad, particularly in matters of faith and worship.

The Role of Qiyas: Both schools utilize Qiyas as a tool for deriving legal rulings in cases not explicitly addressed in the Quran and Sunnah. However, the Hanbali School is more

restrictive in its application of Qiyas, often preferring to rely on specific textual evidence or the opinions of the Salaf.
The Significance of Istihsan: Istehsan, the process of choosing a more beneficial ruling over a strict application of legal rules, is another area of divergence between the two schools. While both schools recognize the value of Istihsan, the Hanbali School tends to be more cautious in its use, often preferring to adhere to established legal principles.
By examining these key areas, this paper aims to shed light on the distinctive features of Hanfi and Hanbali jurisprudence and to highlight the ongoing scholarly debate surrounding their interpretive methodologies. A comparative analysis of these schools not only enriches our understanding of Islamic law but also contributes to the ongoing dialogue on the relevance of Islamic jurisprudence in contemporary times.

Key Words: *Quran, Sunnah, Ijma', Qiyas, Hadith, Istehsan.*

تعارف:

فقہ اسلامی میں چار مکاتب فکر ہیں اور ہر مکتب کے اپنے اصول اجتہاد ہیں۔ان چاروں مسلک کے اصول اجتہاد میں تقابل کی بہت ضرورت ہے۔ لہذا، حنفی اور حنابلی مکاتب فکر کے اصول فقہ کے درمیان موازنہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اسلامی قانون لوگوں کی عملی زندگی کے امور کو منظم کرتا ہے۔ جیسے: مجازی قوانین، خاندانی معاملات مالی معاملات، عدالتی کاروائی کے امور، بینک کے قوانین، وراثت اور فوجداری کے قوانین۔اس مضمون میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا تعارف ہے اور ان کے اصول اجتہاد پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔جیسا کہ ان دونوں مکاتب فکر کی دو مختلف ماخذ اور مقامات ہیں جنہوں نے ان کے تشریح کے اصولوں کو متاثر کیا۔ان دونوں مکاتب فکر میں قرآن اور سنت بنیادی اور اولین ماخذ ہیں لیکن ان کے دوسرے ذرائع اجماع، قیاس، مصلح مرسل، قول صحابہ، حدیث مرسل اور استحسان۔ایک تقابلی مطالعہ ان دونوں کے درمیان کیا گیا ہے۔ انکے اصولوں کے طریقوں کے درمیان موازنہ کرنے کے بعد آخر میں کچھ نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔اس مقالے میں ان دو فقہی مراکز کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے اصول استنباط کو موضوع سخن بناتے ہوئے دونوں کا تقابلی جائزہ بھی لیا گیا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حالات وظروف کا اختلاف ان فقہی مکاتب فکر کے مناہج اور اصول اجتہاد پر کہاں تک اثر انداز ہوئے۔ فقہ حنفی کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جبکہ حنابلی مسلک کی قلیل پیروکاروں کی تعداد کی وجہ سے یہ مسلک حجاز تک ہی محدود رہا اور اس مسلک کی مقبول نہ ہونے کی وجہ سرکاری مناصب سے دوری تھی اور جبکہ حنفی مسلک کی اتباع کرنے والے بعض ممتاز اہل علم اعلیٰ مناصب پر فائز رہے اور بعض مسلم حکومتوں میں حنفی مسلک کو ایک گونہ سرکاری حیثیت حاصل ہوئی اور عدالتی نظام اسکے مطابق چلایا گیا۔

فقہ حنفی کا تعارف:

فقہ حنفی کی نسبت امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف کی جاتی ہے، جو کوفہ کے رہنے والے تھے۔اس فقہ کو فقہ اہل الرائے بھی کہا جاتا ہے۔امام ابو حنیفہ کا نام نعمان بن ثابت تھا۔آپ کا تعلق خراسان کے علاقے کابل سے تھا۔[1] اکابر مشائخ وفقہاء سے علم حاصل کیا۔عراق کے شیخ العصر وامام الزمان حمادؒ کی صحبت میں ۱۸ سال رہے۔[2] آپ کی زندگی کے ۵۲ سال دور اُموی اور ۱۸ سال دور عباسی میں گزارے۔[3] اسی طرح اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے آپ کی وفات جیل میں ہوئی۔البتہ سبب وفات کے متعلق دو اقوال ملتے ہیں۔ایک قول کے مطابق آپکی وفات زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی جبکہ دوسرے قول یہ ہے کہ آپ کوڑے مارنے کے نتیجے میں شہید ہوئے۔[4] اس بات پر سب ہی مورخین کا تقریباً اتفاق ہے کہ امام اعظمؒ کی تاریخ پیدائش 80ھ تاریخ وفات 150ھ ہے۔[5]

امام اعظم نے صحابہ کرام کا زمانہ پایہ ہے اس پر تمام اہل علم متفق ہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان کی زیارت یا سماع کیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ بہت سارے محدثین اور مورخین اس بات کے قائل ہیں کہ آپ نے زیارت کا شرف حاصل کیا ہے، بعض اس بات کے بھی قائل ہیں کہ آپ نے صحابہ سے روایات بھی اخذ کی ہے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے صرف زیارت کی ہے، تب بھی آپ شرف تابعیت سے مشرف ہیں کیونکہ جمہور محدثین کے ہاں تابعی کے لیے صرف رؤیت کافی ہے، چناچہ الصمیری نے انس بن مالک کے علاوہ جن صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے، جن کی رؤیت امام صاحب کے لیے ثابت ہے، ان میں سے عبد اللہ بن الحارث واسلتہ بن الاسقع، عائشہ بنت عجرد، عبد اللہ بن ابی اوفی، عمرو بن حریث اور ابوطفیل عامر بن واثلہ ہیں۔ [6]

امام اعظم نے اپنے شیخ حماد بن ابی سلمہ کی صحبت علمی سے ان کی وفات تک استفادہ کیا اور انکے بعد انکے مسند علمی کے جانشین قرار پائے۔ چناچہ امام اعظم نے اس سلسلے کو بطریق احسن آگے بڑھایا اور فقہ الواقع کے علاوہ فقہ النظری کی بنیاد ڈالی، جو س امت پر اپکا بڑا احسان ہے۔ [7]

استنباط کا طریقہ کار:

امام ابو حنیفہ نے فقہی مجلس قائم کی تھی۔ گویا اجتماعی اجتہاد کی داغ بیل ڈالی گئی۔ یہاں فقہی مسائل پر بحث و مباحثہ جاری رہتا، جس میں تمام علوم وفنون کے ماہر موجود ہوتے تھے۔ اس مجلس میں بحث کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ کوئی ایک مسئلہ مجلس کے سامنے رکھا جاتا تھا اور اس پر سب ارکان مجلس اظہار خیال کرتے تھے۔ یہ علمی مناقشہ کئی دنوں بلکہ مہینوں تک جاری رہتا تھا۔ یہاں کا ماحول شورائی اور جمہوری ہوتا تھا، کسی کو استبداد حاصل نہیں تھی، بالا خرارا کین مجلس کسی ایک نتیجے پر پہنچ ہی جاتے تھے، اور اختلاف کی صورت میں اس کے ساتھ ساتھ اختلافی نوٹ بھی تحریر کئے جاتے تھے۔ آج کے دور میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا نے گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر لی ہے۔ لوگوں کے ایک دوسرے سے تعلقات اور ایک دوسرے پر انحصار بڑھ گیا ہے اس تناظر میں عہد قدیم سے مسائل کے حل کے لئے امام اعظم نے جو طرح ڈال دیا ہے دور جدید میں مختلف اجتماعی اجتہاد کے اداروں کے لیے یہ ایک زبردست نتاج فراہم کرتا ہے۔ [8]

فقہ حنفی کے اصول اجتہاد:

اجتہاد اور استنباط احکام کے بارے میں امام اعظم کے بنیادی اصول جسکی توضیح آپ نے خود فرمائی ہیں:

> "میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر وہاں مسئلہ کا کوئی حکم نہیں ملتا تو پھر سنت رسول کی طرح رخ کرتا ہوں۔ اگر ان دونوں مصادر میں بھی حکم نہ ملے تو پھر اقوال صحابہ تلاش کرتا ہوں جس صحابی کا جو قول حسب موقع ہوتا ہے اسے لے لیتا ہوں نہیں ہوتا تو چھوڑ دیتا ہوں۔ اقوال صحابہ کے دائرے سے باہر قدم نہیں نکالتا۔ لیکن جب معاملہ جو صحابہ سے نکل کر ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، عطا اور سعید بن مسیب تک پہنچ جاتا ہے تو پھر بات یہ ہے کہ یہ لوگ بھی اجتہاد کرتے تھے اور میں بھی انکی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔" [9]

مناقب امام اعظم میں موفق مکی لکھتے ہیں:

> "امام ابو حنیفہ کتاب اللہ کے بعد متفق علیہ حدیث کو تلاش کرتے۔ حدیث نہ ملتی تو قیاس سے کام لیتے۔ اس کے بعد استحسان کو کام میں۔ لاتے۔ حل مسائل کے لیے جمہور مسلمین کے عرف اور تعامل سے مدد لینے میں بھی تامل نہیں کرتے تھے۔ قیاس اور استحسان میں سے جو مصلحت عامہ کے لیے زیادہ مفید ہوتا اسے اختیار کرتے۔ لوگوں کے

معاملات و مسائل پر ان کی گہری نظر تھی وہ ہمیشہ ان کی سہولت اور فلاح کے جریا رہتے اور امکانی حد تک قباحت اور دشواری سے گریزاں رہتے۔"

دوسری تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کتاب اللہ یا سنت رسولؐ میں کوئی نص نہ ملتا تو قول صحابی اختیار کرتے، وہ بھی نہ ملتا تو قیاس سے کام لیتے پھر استحسان سے اس کے بعد لوگوں کے عرف و عادت کو بنیاد بناتے۔

اس سے یہ بھی نتیجہ نکلا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جو فقی دلائل اور مصادر قابل قبول اور قابل عمل تھے، وہ سات تھے:

- کتاب اللہ
- سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- اقوال صحاب
- اجماع۔
- قیاس
- استحسان
- عرف وعادت[10]

اقوال صحابہ کے بارے میں امام ابو حنیفہ کا طرز عمل:

خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام صاحب کو لکھا کہ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں اسکے جواب میں امام صاحب نے لکھا:

"وہ بات صحیح نہیں ہے جو امیر المومنین کو پہنچی ہے۔ میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے رجوع کرتا ہوں، وہاں مسئلہ کا حکم نہیں ملتا تو سنت رسولؐ میں تلاش کرتا ہوں، وہاں بھی ناکامی ہوتی ہے تو خلفائے راشدین کے فیصلے اور انکی آراء دیکھتا ہوں۔ اس کے بعد باقی صحابہ کے اقوال، فتاویٰ اور قضایا کو صحابہ اگر کسی معاملے میں مختلف ہوں تو پھر بے شک میں قیاس سے کام لیتا ہوں۔"

امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے:

"جو حکم رسول سے ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر، کسی صورت میں ہم سے اس کے خلاف سرزد نہیں ہو سکتا۔ رہے صحابہ کرام کے اقوال قضایا، تو ان میں سے ہم بہتر کا انتخاب کریں گے۔ اس کے بعد معاملہ ہے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال و فتاویٰ کا تو بات یہ ہے کہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں۔"[11]

اجماع کے بارے میں امام ابو حنیفہ کا موقف:

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ اصولی طور پر اجماع تمام فقہا کے نزدیک حجت اور قابل استدلال ہے۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کس قسم کا اجماع اور کن لوگوں کا اجماع حجت ہے۔ یہاں امام ابو حنیفہ کا نقطہ نظر پیش کیا جا رہا ہے۔

"علمائے احناف کا کہنا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب ہر قسم کے اجتماع کو حجت مانتے تھے۔ وہ جس طرح اجماع قولی کو معتبر مانتے تھے اسی طرح اجماع سکوتی کی حجت کے بھی قائل تھے۔ بلکہ وہ اس بات کو بھی اجماع کے خلاف تصور کرتے تھے کہ کسی مسئلے میں علماء کے دو اقوال ہوں اور کسی دور میں بھی کسی صاحب علم نے ان سے

اختلاف نہ کیا ہو، اس کے بعد ایک شخص آئے اور ایک تیسرا مسلک اختیار کرے جو پہلے دونوں مسلکوں سے کسی طرح بھی مطابقت نہ رکھتا ہو۔"

اجماع کی تفصیل کرتے ہوئے ہوئے اس کے تین تدریجی مراتب قائم کیے ہیں۔

1- پہلا درجہ: اجماع صحابہ ہے اور یہ حدیث متواتر اور دوسرے قطعی دلائل کی طرح قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام وہ ہیں جنہوں نے نزول وحی کا مشاہدہ کیا ہے اور وہ کلام اللہ کے اولین مخاطب ہیں۔

2- دوسرا درجہ: تابعین کے اجماع کا ہے جو کسی ایسے امر میں ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ اجماع حدیث مشہور یا مستفیض کا حکم رکھتا ہے جو ثبوت کے لحاظ سے تو ظنی مگر عملاً قطعی ہوتی ہے۔

3- تیسرے درجے: میں تابعین کا اجماع کسی ایسے امر میں ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو۔ یہ اجماع احادیث (خبر واحد) کی قبیل سے ہوگا جو ہر لحاظ سے ظنی ہوگا اور اس میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے۔[12]

قیاس واستحسان کے بارے میں امام ابو حنیفہ کا موقف:

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ "امام ابو حنیفہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو سب سے مقدم رکھتے تھے۔ ان دونوں مصادر میں کوئی حکم نہ ملتا تو صحابہ کے فتاویٰ اور قضایا کی طرف دیکھتے تھے، وہاں سے بھی رہنمائی نہ ہوتی تو پھر قیاس اور اس کے بعد استحسان کی طرف قدم بڑھاتے تھے۔ مگر اپنے اس اختصاص کو ہر مرحلے پر قائم رکھتے تھے کہ مصلحت عامہ اور دین میں رفع حرج کی اصل کو ملحوظ رکھنا چاہئیے۔ اسی اصل اور اساس پر پختگی نے انہیں قیاس سے ایک قدم آگے بڑھا کر استحسان پر مجبور کیا تھا۔ وہ جب قیاس کو لوگوں کے معاملات کے ساتھ ہم آہنگ نہ پاتے تو استحسان کو کام میں لاتے اور اس کی مدد سے مسائل کا حکم اخذ کرتے قیاس اور استحسان سے کام لیتے وقت بھی ان کی نظر عرف وعادت اور عام لوگوں کے تعامل پر ہوتی تھی اور اپنے اجتہاد میں وہ امکانی حد تک اسے بھی پیش نظر رکھتے تھے۔"[13]

حنفی مسلک اسلامی دنیا کے ہر حصے میں موجود ہے مگر ترکی، افغانستان، پاکستان، ہند، بنگلہ دیش، چین، روسی ترکستان اور برما کے مسلمانوں کی غالب اکثریت حنفی مسلک کی پیروکار ہے۔ اس وقت پوری دنیا کے سنی مسلمانوں میں دو تہائی حنفی مسلک کے پیروکار ہیں باقی ایک تہائی آبادی میں تینوں فقہی مسالک (مالکی، شافی، حنابلی) کے ماننے والے ہیں۔[14]

فقہ حنبلی کا تعارف:

اہل سنت کے فقہی مسالک میں چوتھا مسلک، حنبلی مسلک ہے۔ اس کے بانی امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل ہیں۔ آپ 164 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں 241 ھ میں میں وفات پائی۔ 7 برس تک ہی بغداد میں رہے اور وہاں کے محدثین سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ ۱۸۶ ہجری سے طلب حدیث کے سلسلے میں دوسرے شہروں اور علاقوں کے سفر کا آغاز کیا۔ بصرہ، حجاز، یمن اور کوفہ بھی گئے۔ آپ اجتہاد بالرائے سے احتراز کرتے اور امکانی حد تک قرآن اور سنت رسول ﷺ سے استدلال کرتے تھے۔ ظاہر حدیث پر عمل کو ترجیح دیتے تھے اور اس بات میں اس حد تک مشہور تھے کہ آپ کو امام مجتہد سے زیادہ محدث مانا گیا ہے۔[15]

فقہ امام احمد بن حنبلؒ کو قلم بند کرنے، اسکی نقل و جمع اور تدوین واشاعت میں ان کے جن تلامذ نے نمایاں حصہ لیا وہ حسب ذیل ہیں:

صالح بن احمد بن حنبلؒ، ابو بکر احمد بن محمد بن ہانی الاثرمؒ، عبد المالک بن عبد المجید بن مہران میمونیؒ، احمد بن محمد بن حجاج ابو بکر مروزیؒ، ابراہیم بن اسحاق حربیؒ، احمد بن محمد بن ہارون ابو بکر الخلالؒ۔[16]

امام احمد بن حنبلؒ محدث یا مجتہد:

ائمہ اربعہ میں امام احمد بن حنبل کے بارے میں اہل علم کی دو رائے ہیں کہ آیا کہ وہ صرف محدث تھے یا اس کے ساتھ فقیہ اور مجتہد بھی تھے۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ فقیہ و مجتہد نہ تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے "کہ نہ تو ان کی کوئی کتاب ہے اور نہ ان کے مرتبہ مجموعہ احادیث مسند الامام احمد بن حنبل میں فقہ کا کوئی اثر ہے۔ یعنی امام احمد بن حنبل پر حدیث کا غلبہ تھا انہوں نے حدیث میں اپنی عظیم کتاب مسند الامام احمد بن حنبل یادگار چھوڑی جبکہ فقہ میں انکا کوئی اثاثہ مرتب و مدون شکل میں اہل علم تک نہیں پہنچا۔" [17].

حافظ ابن قیم نے اس بارے میں گفتگو کی ہے وہ اپنی کتاب اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

"امام احمد بن حنبل نے فقہ میں کوئی کتاب اس لیے مرتب و مدون نہیں کی ہے کہ وہ حدیث کے علاوہ کسی اور موضوع پر تصنیف پسندگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کے لیے صرف حدیث کو اپنا موضوع بنایا۔ فقیہ کے میدان میں انہوں نے جو خدمت کی، اللہ نے اسے قبول کیا۔ جو کام انہوں نے خود نہیں کیا تھا، اسے انکے نامور لائق اور محنتی تلامذہ نے سر انجام دیا۔"[18]

فقہ حنبلی کے اصول اجتہاد:

امام احمد بن حنبل نے اپنے اجتہاد کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی اس پر سب سے واضح بحث حافظ ابن قیم جوزیہ نے کی ہے وہ کہتے ہیں امام احمد بن حنبل نے اپنے فقہی اجتہاد و استنباط کی بنیاد پانچ اصول پر قائم کی، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

نصوص

"امام احمد بن حنبل اپنے اصول اجتہاد میں سب سے مقدم جس چیز کو رکھتے ہیں وہ نصوص ہیں خواہ وہ کتاب اللہ کے ہوں یا سنت رسول کے۔ جب کسی بارے میں انہیں کوئی نص مل جاتا ہے تو پھر ادھر اُدھر نہیں دیکھتے، اس پر فتوی دیتے ہیں۔ نص کو صحابہ کے فتاوی اور اقوال پر مقدم رکھتے ہیں۔ ایسی متعدد مثالیں ہیں جہاں امام احمد بن حنبل نے نص کے مقابلے میں صحابہ کے فتاوی کو رد کیا ہے۔ مثلاً: حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم کی وراثت نہیں ملتی مگر حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاویہ کا قول ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم کی میراث ملنی چاہئے۔ امام احمد بن حنبل نے ان دونوں صحابہ کے قول اور فتویٰ کو حدیث کی بنیاد پر رد کر دیا۔" [19]

فتاوائے صحابہ

قرآن اور سنت سے کوئی نص نہ ہونے کی صورت میں فقہ حنبلی کی دوسری اصل صحابہ کرام کے فتاوی ہیں۔ "نص نہ ہونے کی صورت میں جب انہیں صحابہ کا کوئی فتوی مل جاتا اور اس فتوے کے خلاف کسی دوسرے صحابی کا فتوی ان کے علم میں نہ ہوتا تو وہ اسے قبول کرتے اور اسی پر اپنی رائے اور فتوے کی بنیاد رکھتے تھے۔ لیکن وہ ایسے فتوے کو اجماع سے تعبیر نہیں کرتے تھے بلکہ وہ کہتے کہ مجھے اس کے خلاف کوئی قول اور رائے نہیں ملی۔ مثلاً: انہیں حضرت انس بن مالک کے اس قول کا علم ہوا کہ غلام کی گواہی قابل قبول ہے، انہوں نے اسی قول پر اپنے فتوے کی بنیاد رکھی اور یہ کہا کہ مجھے کسی صحابی کا ایسا کوئی قول پر اپنے اور فتوی نہیں ملا جو قول انس کے خلاف ہو۔"

اقوال صحابہ میں ترجیح کا معیار

امام احمد بن حنبل کا تیسرا اصول یہ تھا کہ "اگر کسی مسئلے میں صحابہ کی مختلف آراء ہوتیں تو پھر اس رائے کو قبول کرتے اور ترجیح دیتے تھے جو قرآن و سنت سے قریب تر ہو لیکن صحابہ کی آراء اور فتاوی کو چھوڑ کر کوئی منفرد رائے اختیار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی قیاس سے کام لیتے تھے اور اگر ان اقوال و فتاوی میں سے کسی کا قرآن اور سنت سے اقرب ہونا ثابت نہ ہوتا تو پھر تمام اقوال کو ذکر کرتے اور کسی ایک اقول کو

ترجیح نہیں دیتے تھے۔آپ اس بات کو مناسب نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی رائے سے کسی صحابی کے قول اور فتوے کو مرجوح قرار دیں۔امام احمد بن حنبل جب اقوال صحابہ میں اختلاف پاتے تو پھر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ ان میں سے کوئی قول خلفائے راشدین میں سے کسی کا ہے یا نہیں؟اگر یہ بات ثابت ہو جاتی کہ فلاں قول فلاں خلیفہ راشد کا ہے تو اسے ترجیح دیتے۔خلفائے راشدین میں بطور خاص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعض فیصلے اور فتاویٰ ایسے ہیں جن پر صحابہ کا اجماع متعدد ہوا۔" [20]

حدیث مرسل اور حدیث ضعیف سے استنباط

کسی مسئلہ میں اگر صحیح حدیث نہ ہوتی تو امام محترم حدیث مرسل اور حدیث ضعیف سے بھی استدلال لیتے۔وہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو اس صورت میں قبول کر لیتے تھے جب کہ مسئلہ زیر بحث میں کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو۔حدیث مرسل اور ضعیف حدیث مل جانے کی صورت میں وہ قیاس کو اختیار نہیں کرتے تھے۔ ضعیف حدیث سے مراد ان کے ہاں "کوئی باطل حدیث، یا منکر حدیث یا اس راوی کی حدیث نہیں جو متہم ہو کہ ایسی حدیث پر عمل ناگزیرہ ہو بلکہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث صحیح کی ایک قسم ہی ہے جو حسن کے درجے کی ہے۔کیونکہ ان کے زمانے میں حدیث کی دو ہی اقسام ہوا کرتی تھیں صحیح اور ضعیف۔ضعیف حدیث کے کچھ مراتب تھے۔جن کی ادنیٰ قسم یہ ضعیف ہوا کرتی تھی جو بعد میں حسن کہلائی۔جب کسی مسئلہ میں کوئی ایسا اثر نہ پاتے یا کسی صحابی کا قول نہ ملتا یا کوئی اجماع اس کے خلاف نہ ملتا جو اس ضعیف حدیث کو رد کر سکے تو قیاس کو ترجیح دینے کی بجائے اس پر عمل فرماتے۔تمام ائمہ کی طرح ان کا بھی یہی اصول تھا کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا جائے۔"

قیاس

امام احمد بن حنبل کے اصول اجتہاد میں پانچویں اصل قیاس ہے۔انہیں اگر کسی مسئلے میں نہ کتاب اللہ میں کوئی نص ملتی اور نہ سنت رسول ﷺ، نہ کسی صحابی کا کوئی قول، رائے یا فتوی دستیاب ہوتا اور نہ ہی کوئی مرسل یا ضعیف حدیث ہاتھ آتی تو پھر آخری مرحلے میں وہ قیاس سے کام لیتے۔گویا امام احمد بن حنبل کے ہاں قیاس کا استعمال ضرورت بلکہ مجبوری کی صورت میں تھا۔

حافظ ابن قیم جوزیہؒ ان پانچ مصادر کے علاوہ اور کوئی اصول نہیں لکھا جبکہ دوسرے اہل علم نے ان مصادر کے علاوہ دوسرے مصادر شرعیہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا موقف بتایا ہے۔[21]

اجماع

اجماع کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے استاد امام شافی کا جو موقف ہے اور انہوں نے جو روش اختیار کی، کم و بیش اسی راستے پر امام احمد بن حنبل بھی گامزن نظر آتے ہیں اجماع کے بارے میں امام احمد کی رائے دو حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

1-اجماع صحابہ بلکہ اجماع عام۔یہ اجماع حجت قرار دیا جائے گا اس لیے کہ اسکی سند کی بنیاد کتاب اللہ و سنت صحیح ہے۔علاوہ ازیں صحابہ سے بڑھ کر رسول کے اقوال، افعال اور تقریرات کا راوی اور کون ہو سکتا ہے۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی مسئلہ پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا ہو اور اس کے مخالف کوئی حدیث موجود ہو۔

2-اجماع کا دوسرا درجہ ہے کہ کوئی رائے عام طور پر مشہور ہو گئی ہو اور اسکی مخالفت میں کوئی قول موجود نہ ہو۔یہ مرتبہ میں حدیث صحیح سے کم اور قیاس سے بالا ہے۔

استصحاب اور مصالح مرسل

امام احمد بن حنبل نے استنباط احکام میں استصحاب سے کافی حد تک کام لیا ہے۔ استصحاب یعنی جو بات پہلے سے ثابت ہو وہ اب بھی ثابت رہے بشرطیکہ اسے تبدیل کرنے والا کوئی حکم موجود نہ ہو۔" حنبلی فقہا مصالح مرسل کو بھی اصول استنباط میں سے مانتے ہیں۔ آپ مصالح مرسل کو قیاس صحیح کے ذیل میں استعمال کرتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ کروہ قیاس کو بھی شدید ضرورت کے وقت کام میں لاتے ہیں انکی امکانی کوشش ہوتی ہے کہ الکتاب، السنتہ اور قول صحابہ تک اپنے آپکو محدود رکھیں۔" [22]

سدذرائع :

امام احمد بن حنبل ذرائع کو بھی فقہی اصول میں شمار کرتے ہیں۔ اس اصول کی روشنی میں اگر کوئی امر شریعت میں مطلوب ہے تو دوسرے درجے میں اسکے حصول کا ذریعہ بھی مطلوب ہوگا اور ہر ممنوع اور ناجائز چیز تک پہنچنے کا ذریعہ بھی ناجائز ہوگا۔ سوذرائع کے مسئلے میں سب آئمہ کا اتفاق ہے اختلاف جو کچھ ہے وہ نوعیت میں ہے۔

طویل محرومیوں کے بعد یہ مسلک نجد و حجاز میں پہنچا اور وہاں اسکا اثر ورسوخ قائم ہوگیا۔ آج حجاز یعنی حکومت سعودیہ عربیہ کا سرکاری مذہب فقہ احمد بن حنبل کے مطابق ہے۔ عدالتیں عموماً معاملات میں جنبلی مسلک سے راہنمائی حاصل کرتی ہیں۔ [23]

فقہ حنفی اور حنابلی کا تقابلی مطالعہ:

فقہائے احناف اور حنابلہ کے ہاں اجتہاد و استنباط کے اصولوں میں بہت ساری چیزیں مشترک ہیں جبکہ بعض میں اختلاف ہے چنانچہ ان دونوں مکاتب فقہ کے ہاں بنیادی متفق علیہ مصادر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہیں۔

اقوال صحابہ کا مصدر بھی دونوں مکاتب فکر میں پایا جاتا ہے۔ فقہ حنفی میں اقول صحابہ میں ترجیح اُس قول کو دی گئی ہے جو خلفائے راشدین میں سے ہو جبکہ حنابلہ کے مکتب میں ایسے صحابہ کرام کا قول اخذ کیا جاتا جا ہے جس کے خلاف کسی اور صحابہ کا کوئی قول موجود نہ ہو۔ حنبلی مسلک کا تیسرا اصول اقوال صحابہ میں ترجیح کا معیار ہے جو کہ اس بات پر مبنی ہے کہ جو قول کسی صحابہ کا قرآن و سنت سے اقرب رکھتا ہوگا اُسے اخذ کرلیا جائے گا پھر جو اقوال خلفائے راشدین کے دور میں جاری کئے گئے انکے مطابق فیصلہ دیا جائے گا۔

فقہ حنفی کا چوتھا مصدر اجماع ہے جس میں اجماع صحابہ کو اخذ کیا گیا ہے اور اسکے علاوہ تابعین کا اجماع جس میں اجتہاد کی ضرورت نہیں اور آخر میں اُن تابعین کا اجماع جس میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔ فقہ حنابلی میں بھی مصدر اجماع کا استعمال کیا گیا ہے جس میں صحابہ کے اجماع کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ مگر حنابلہ نے حدیث مرسل اور ضعیف کو چوتھا اصول قرار دیا ہے۔ جو کہ امام ابو حنیفہ کے مسلک میں نہیں پایا جاتا۔ حنفی مسلک میں اجماع کے بعد قیاس سے بے پناہ احکام اخذ کیے گئے ہیں۔ جبکہ حنابلی مکتب فکر میں قیاس کو صرف اور صرف ضرورت کے وقت یا پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجبوری کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مسلک میں قیاس کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی اسکا استعمال صرف ضرورت کے وقت کیا گیا ہے۔

حنفی مسلک میں قیاس کے بعد استحسان اور عرف و عادت سے احکام اخذ کیے گئے جبکہ حنبلی مسلک میں انکے بجائے اجماع، استصحاب، مصالح مرسل اور سدذرائع کا استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن امام احمد نے ان چاروں کو بہت کم استعمال کیا ہے۔ انکی امکانی کوشش ہوتی ہے کہ الکتاب، السنتہ اور قول صحابہ تک اپنے آپکو محدود رکھیں۔

نتائج بحث:

مذکورہ بالا بحث سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں ان میں سے :

1- احناف اور حنابلہ کے اصول اجتہاد میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو سب پر مقدم رکھتے ہیں۔

2-اقوال صحابہ کو احناف ایک ہی اصول میں بیان کرتے جبکہ حنابلہ نے اسے دو اصولوں میں بیان کیا جو کہ فتاوے صحابہ اور اقوال صحابہ میں ترجیح کا معیار ہیں۔اور قول صحابہ دونوں کے نزدیک حجت ہے لیکن اسکے ساتھ اس میں درجہ بندی کرتے ہیں۔

3-احناف قیاس سے احکام کو اخذ کرنے میں کسی قسم کا اجتناب نہیں کرتے جبکہ حنابلہ قیاس کو صرف ضرورت یا مجبوری کے موقع پر استعمال کرتے اور اس کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں۔

4-احناف اور حنابلہ کے اصول اجتہاد میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔

حوالہ جات

---

1 زبیر علی زئی ، شیخ،الاسانید الصحیحہ فی مناقب ابی حنیفہ ،(بیروت: مکتبہ عالم السنۃ)،15-16

2 ابوزہرہ مصری، محمد، حیات امام (فیصل آباد: کشمیر بک ڈپو،2015)21

3 ابوزہرہ مصری، حیات امام ابو حنیفہ،58,68

4 ذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء(بیروت: موسسۃ الرسالۃ،) 474

5 اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، حسین بن علی الصمیری، ص:91

6 خالد ڈھلوں، عرفان، علم اصول فقہ: ایک تعارف(اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی,2012)246/3

7 خالد ڈھلوں، علم اصول فقہ،249

8 خالد ڈھلوں، علم اصول فقہ،251

9 بغدادی،ابن النجار, تاریخ بغداد،(بیروت: دار الغرب الاسلامی،2001)،368/13

10 بغدادی،ابن النجار تاریخ بغداد،83/13

11 بغدادی،تاریخ بغداد368/13

12 موفق بن احمد، مترجم: محمد فیض احمد اویسی، مناقب امام اعظم(لاہور: مکتبہ نبویہ) 86/1

13 الشعرانی،امام عبدالوہاب،المیزان الکبری(شام: دار التقوی،2022) 52/1

14 الشعرانی،المیزان الکبری 222/2

15 وہبہ ذحیلی،ڈاکٹر،الفقہ الاسلامی(کراچی: دار الاشاعت،2015) 132.133

16 ذہبی، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ ۲(بیروت: موسسۃ الرسالۃ،) 17/1

17 بغدادی، تاریخ بغداد424/4

18 جوزیہ،ابن قیم،اعلام الموقین(لاہور: مکتبہ قدوسیہ) 22/1

19 جوزیہ،اعلام الموقین23/1

20 محمد بدران ,عبدالقادر بن أحمد بن مصطفى, المدخل الی مذہب امام احمد بن حنبل(سعودی عرب: مکتبہ معارف)231/2

21 جوزی،اعلام الموقعین 31/1

22 الشوکانی، محمد بن عبداللہ،ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول(بیروت: مکتبہ دار الفکر2012) 49

[23] جوزی، اعلام الموقعین 119/3